هو الفرد المجیب ولی النعمة
دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کا دینی و علمی
ماہنامہ
المجیب
روضۂ مبارک
خانقاہ پیر مجیب
مدیر مسئول سید احمد حسین بی اے سہسرامی
سالانہ پانچ روپے
فی پرچہ آٹھ آنے
دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ
AL MUJEEB
अलमजीब

۷۸۶

فون نمبر ۳۲۸۹

رجسٹرڈ نمبر پی ۱۰۴۷

ھو الفرد المجیب ولی النعمۃ

ماہنامہ المجیب پھلواری شریف

پاکستان و غیر ممالک سے سات روپے (۷/)

قیمت سالانہ پانچ روپیہ (۵/) فی پرچہ ۸/ (آٹھ آنہ)

جلد ۳ — ماہ ذی الحجہ ۱۳۸۱ھ - مطابق ماہ مئی ۱۹۶۲ء — شمارہ ۴

• مدیر مسئول:-
سید احمد حسین سہسرامی

• ادارۂ تحریر:-
سید یوسف رضوی
عین احمد قادری
عبد الواسع ضیا جالوی

• پرنٹر پبلشر
سید لطف احمد قادری

مطبع
لیبل لیتھو پریس رمنہ روڈ - پٹنہ ۴

مقام اشاعت
دار الاشاعت خانقاہ مجیبیہ
پھلواری شریف (پٹنہ)

شیخ الرئیس کی ایک صوفیانہ کتاب پر ایک نظر

از جناب مولانا شاہ حکیم تقی حسن صاحب بلخی ـــ خانقاہ بلخیہ فتوحہ (پٹنہ)

شیخ الرئیس بو علی سینا پر جو چوتھی صدی ہجری کا مشہور عالم مصنف ہے۔ بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور اس کی علمی شہرت مزید تعارف کی محتاج نہیں۔ فنون کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جس پر اس کا اشہب قلم رواں نہ نظر آتا ہو۔ اس کا علمی مقام ایشیا ہی نہیں یورپ کے علمی حلقہ میں مسلّم ہے۔ تفسیر۔ فقہ۔ کلام۔ شاعری و ادب۔ موسیقی۔ فلسفہ و حکمت ہر فن پر اس کی متعدد و بیمثل کتابیں ضائع ہونے کے بعد بھی کتب خانوں کے وقار کو بلند کر رہی ہیں۔ ایسا صاحب قلم۔ مصنف جو امارت و غربت۔ سفر و حضر زندگی اور وہ بھی عرف انچاس سالہ زندگی کے ہر لمحہ میں اتنی عالی قدر تصنیف چھوڑ چکا ہے۔ جو کم ہی کسی مصنف کے حصہ میں آئی ہے۔ یہ وہ علمی میدان کا وقیع شہسوار ہے کہ عالم افلاس میں بھی۔ کرسی وزارت پر بھی۔ زندان کی چہار دیواری میں مقید ہو کر بھی۔ غرض ایک مسلسل غیر متوازن زندگی میں کبھی بھی اس کا قلم جواہرات علمیہ بکھیرنے سے الگ نہیں رہا۔ مگر حیرت یہ ہوتی ہے کہ اس کو جو فن تصوف سے وابستگی رہی ہے۔ اس پر بہت کم لکھا گیا ہے اور دنیا یہ کم جانتی ہے کہ اس گوشہ سے بھی اس کی غائر نظر الگ نہیں رہی ہے۔ تصوّف کے جز عملی میں جو مقام بھی اس کا رہا ہو اس سے بحث نہیں مگر جز علمی میں بلا جھجھک کہا جا سکتا ہے کہ وہ ایک ایسے بلند مقام پر پہنچا ہوا تھا جہاں بڑے بڑے اکابر صوفیا، صاحب قلم صوفیا بھی شسدر و حیران ہی نظر آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو چار مقالے صفحہ ۶۸ مصنفہ عزیزی سیّد علیم الدین بلخی ندوی پروفیسر طبیہ کالج پٹنہ چونکہ اس کے فن تصوف کے متعلق عزیز موصوف نے جو کچھ لکھا ہے اس کو یہاں نقل کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ اسی لئے اسی پر بس کرتا ہوں۔

"(**تصوّف و طریقت**) شیخ الرئیس اور فنون کے علاوہ اس فن میں بھی بہت ہی بلند مقام پر پہنچا ہوا تھا۔ یہ تو تحقیق کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اسے کس بزرگ اور صوفی سے ارادت حاصل تھی۔ مگر مختلف تذکرے خاص طور پر تذکرۃ الاولیاء و خزینۃ الاصفیا میں حضرت ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بار بار اس کے حاضری دینے کا ذکر موجود ہے۔ خود اس نے بھی بعض رسالے تصوف و طریقت پر لکھے ہیں۔ حضرت ابو سعید بن ابی الخیر جو صوفیوں کے امام ہیں اور شیخ کے ہم عصر ہیں۔ انہیں جو وصایا لکھوائے ہیں وہ جان تصوف ہیں چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے:

"چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہی کو اپنے فکر کا مبدا و منتہا قرار دیا جائے اور ہر اعتبار سے ظاہر و باطن اسی کو سمجھا جائے۔ آنکھوں میں اسی کی نظر کا سرمہ لگا ہو اور قدم صرف اسی کے آگے بڑھے اور رکے ہوں۔ اپنی عقل کے ساتھ

ملکوت اعلیٰ کی جانب مسافر ہوا ور اسی میں اس کے رب کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں ....

(پھر چند سطور کے بعد) جبکہ یہ حالت اس کی ملکہ بن جائے گی، تو اس میں ملکوتی نقش چھپنے لگیں گے اور اس کے لئے لاہوتی قدس جلوہ دینے لگیں گے۔ بس انس اعلیٰ سے اُسے الفت ہو جائے گی۔ انتہائی لذت وہ چکھنے لگے گا۔ سکون کا اس پر فیضان ہوگا اور اطمینانیت اس کے حق میں ہو جائے گی"

اس جگہ شیخ کی ایک رباعی بھی پیش کرتا ہوں، جو والہانہ جذبہ اور عاشقانہ کیفیت سے بھرپور ہے۔ لاجواب رباعی ہے ؎

اندر رہِ عشق کفر و ترسائی بہ　　در کوئی خرابات تو رسوائی بہ
زنّار بجائے دلق یکتائی بہ　　سودائی و سودائی و سودائی بہ

شیخ کے تصوف پر تفصیل سے لکھنے کا موقع تو نہیں۔ اس جگہ امام الصوفیا، حضرت ابوسعید بن ابی الخیرؒ کا ایک جملہ نقل کر دینا کافی ہوگا۔ اسی سے فن تصوف میں اس کی فکر عالی اور بصیرت تامہ کا اندازہ ہو جائے گا۔

سلطان العارفین عاشق یزدانی عین القضاۃ ہمدانی قدس سرہٗ اپنی تصنیف "تمہیدات المسمّٰی بہ زبدۃ الحقائق" میں ارقام فرماتے ہیں کہ حضرت امام الصوفیا حضرت ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت دقیق مسئلہ (الدخول فی الکفر الحقیقی و الخروج من الاسلام المجازی) کے متعلق لکھ بھیجا لدلنی علے الدلیل یعنی مجھے اس مسئلہ میں صحیح راستہ بتلائے۔ شیخ نے جو بھی اس کا واضح جواب رسالہ کی شکل میں لکھ کر بھیجا اسے پڑھ کر حضرت ابوسعید ابوالخیرؒ نے فرمایا اوصلنی ھذہ الکلمات الی ما اوصلنی اللہ محمد مائۃ الف سنۃ من العبادۃ "یعنی حضرت امام فرماتے ہیں کہ ان چند جملوں نے مجھے عرفان کی جس منزل تک پہنچا دیا وہاں ہزاروں سال کی عبادت و ریاضت سے بھی نہیں پہنچتا" افسوس کہ یہ رسالہ نہیں ملتا، ورنہ بڑے ہی کام کی چیز تھی" (از چار مقالے)

زیر نظر کتاب" اسرار الصلوٰۃ المسمّٰی النجاۃ عن المہلکات" اسی سراغ کی ایک کڑی ہے جس میں اس کے مذاق تصوف کی چاشنی موجود ہے اور اس وقت اسی پر ایک ہلکا سا تبصرہ مقصود ہے۔

قدیم فہرست یا تذکروں میں جہاں کہیں شیخ الرئیس کی تصانیف سے بحث کی گئی ہے۔ ان تذکروں میں اس کا پتہ نہیں چلتا البتہ بعد کی فہرستوں و تذکروں میں اس کا تذکرہ و سراغ مل جاتا ہے۔ اس خصوص میں جو کچھ معلومات حاصل کر سکا ہوں وہ یہ ہے:-

(الف) (۱) رسالہ سرگذشت میں جو خود شیخ الرئیس اور اس کے شاگرد عبدالواحد جرجانی کا لکھا ہوا ہے اور جو دانش گاہ استنبول میں بشمارہ ۲۷۵۵ اور جس کی کتابت سنہ ۵۷۷ھ کی ہے (اور جس کا فارسی ترجمہ انجمن دوستداران کتاب (طہران) سے ۳۰۷ میں شائع بھی ہو چکا ہے) اس میں اس رسالہ کا ذکر نہیں ہے۔

(۲) اسی سرگذشت کا دوسرا نسخہ مجموعہ ایا صوفیا بشمارہ ۴۷۵۲ اور جس کی کتابت چھٹی صدی کے اواخر کی ہے اس میں بھی اس رسالہ کا تذکرہ نہیں ہے۔

(۳) تتمہ سوانح الحکماء مولفہ ظہیر الدین ابوالحسن بیہقی میں بھی بضمن تصانیف شیخ الرئیس اس کا تذکرہ نہیں ہے۔

(۴) اخبار العلماء (تاریخ الحکما) مؤلفہ جمال الدین ابو الحسن علی بن یوسف القفطی میں بھی شیخ کے ضمن میں اس کا تذکرہ نہیں ہے

(۵) عیون الانباء فی طبقات الاطباء مؤلفہ موفق الدین احمد بن قاسم المعروف بہ ابن اصیبعہ (جو ایک مشہور اور عام طور پر دستیاب ہونے والی کتاب ہے) شیخ کے تصانیف کے ضمن میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔

مگر مندرجہ ذیل ذرائع سے اس کا علم ہو جاتا ہے اور اس کتاب کا تذکرہ اس میں موجود ہے

(ب) (۱) کتاب مولفات ابن سینا تالیف جورج سحانہ قنواتی مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۰ء - مؤلف نے صفحہ ۱۷۲ میں اس رسالہ کا ذکر بنام (الصلوٰۃ وماہیتہا) کیا ہے۔ اس کی اول و آخر کی عبارت میرے زیر نظر کتاب ہی کے مطابق ہے۔

(۲) فہرست نسخہائے مصنفات ابن سینا تالیف آقائے یحییٰ مہدوی شائع شدہ طہران یونیورسٹی بشمارہ ۲۰۶ مطبوعہ ۱۳۳۳ شمسی مؤلف نے صفحہ ۱۷۵ میں اسے (الصلوٰۃ - اسرار الصلوٰۃ وماہیۃ الصلوٰۃ) کے نام سے لکھا ہے اور اس کی ابتداء وانتہا بھی انہیں الفاظوں سے ہوئی ہے، جو زیر بحث کتاب میں مسطور ہے۔

نیز وہ لکھتا ہے کہ قدیمی فہرست میں بضمن آثار شیخ اس کا تذکرہ نہیں ملتا۔ مگر کشف الظنون جلد اول مطبوعہ استنبول ۱۹۴۱ء کے صفحہ ۸۷۶ میں حاجی خلیفہ نے رسالۃ الصلوٰۃ شیخ الرئیس کے نام سے ذکر کیا ہے اور الفاظ وہی ہیں، جو اور کتابوں میں ملتے ہیں۔

(۳) فہرست تصانیف شیخ الرئیس تالیف حبیب یغمائی بشمارہ ۹۵۶ کتاب خانہ بو علی سینا (ہمدان) میں بھی اس رسالہ کا ذکر موجود ہے

(۴) یہ رسالہ کتاب جامع البدائع قاہرہ سے ۱۹۱۷ء میں بضمن رسالہ (۱۳ گانہ بو علی سینا بزبان عربی) طبع بھی ہو چکا ہے

(۵) یہ رسالہ بضمن حاشیہ کتاب شرح ملا صدرا بر ہدایۃ الاثیریۃ صفحہ ۳۶۸ بر طہران سے ۱۳۲۳ھ میں عربی ہی زبان میں شائع ہو چکا ہے۔

(۶) اس مجموعہ کا فرانسیسی زبان میں ترجمہ بھی طبع ہو چکا ہے

(۷) اس کا فارسی ترجمہ آقائے ضیاء الدین نے ۱۳۲۷ شمسی میں طہران سے شائع کیا ہے۔

(۸) اس رسالہ کا تذکرہ خدا بخش خاں کی لائبریری میں عربی فہرست کے شمارہ ۸۹۸ اور انگریزی فہرست کے شمارہ ۱۶۰۶ میں موجود ہے اور تقریباً دسویں صدی ہجری کا مکتوبہ ہے۔ اول و آخر کی عبارت بھی وہی ہے، جو زیر تبصرہ کتاب کی ہے۔

(۹) زیر نظر کتاب جو دار المعلومات بلجنۃ فتوحہ کی ملک ہے۔ ۱۳ صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحہ پر گیارہ سطریں ہیں کاتب عشق اللہ سنہ کتابت ۱۱۷۳ھ ہے۔

یہ رسالہ کسی عزیز کی فرمائش پر لکھا گیا ہے اور اسے تین قسموں میں منقسم کرکے تین فصلوں پر اس کی شرح کی گئی ہے۔ پہلی فصل ماہیت صلوٰۃ کے بارے میں ہے اور دوسری فصل صلوٰۃ ظاہری و باطنی سے متعلق ہے۔ تیسری فصل پھر دو قسموں پر منقسم کی گئی ہے۔ پہلی فصل جو ماہیت صلوٰۃ پر ہے اس کے قبل ایک مقدمہ بھی لکھا گیا ہے، جس میں تخلیق انسانی بلکہ جمیع مخلوقات کی پیدائش سے بحث کی گئی ہے۔

انسان جسے شیخ نے عالم اکبر سے تعبیر کیا ہے۔ اس کی صفات و وظائف خصوصاً وظائف الاعضاء، اور حواس ظاہری و باطنی

اور صفات ملکوتیہ و صفات شیطانیہ من جہت الافعال بڑی اچھی بحث کی ہے۔ ایک خاص چیز فعل النفس الانسانی کی تشریح کرتے ہوئے اسے اشرف و افضل تبلایا ہے۔ اور اس کا رابطہ عالم اعلیٰ سے قائم کیا ہے اور اسی قوت کے نمو و ارتقاء سے عالم اعلیٰ کے اجرام سماویہ و جواہر علویہ کا مشاہدہ وابستہ کیا ہے۔ شیخ کے الفاظ ہیں "فیری تمام الخلق فی الاجرام السماویہ والجواہر العلویہ الی العالم الاعلیٰ" دراصل اس مقدمہ سے مصلی کی توجہ و شوق کو حقیقت صلوٰۃ کی طرف منعطف کی ہے۔

دوسری فصل کی پھر دو قسم ظاہری المجازی اور باطنی الحقیقی کی طرف کی ہے

صلوٰۃ ظاہری ارکان و ہیأت مخصوصہ۔ تعداد معلومہ۔ قرأۃ و رکوع و سجود وغیرہ سے عبارت ہے اور یہی عند الشرع عوام کے لئے مامور و ماجور ہے اور عوام اسی کے لئے مکلّف ہیں۔

صلوٰۃ حقیقی سے (اور یہی بحث اس رسالہ کی جان ہے) بحث کرتے ہوئے اس کی تعریف و تعبیر میں لکھتا ہے کہ وہ ان سب ظاہری چیزوں سے بے نیاز ہے۔ وہاں عرفان محض ہے۔ مشاہدہ حق ہے جس کا تعلق قلب صافی اور اسی نفس مجرد المطہر سے ہے اعداد بدنیہ و ارکان حسیہ سے اس کا تعلق نہیں۔ نہ وہاں الفاظ ہیں اور نہ ارکان اور لکھتا ہے کہ اسی مقام اعلیٰ سے جب کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سابقہ پڑا ہے۔ کبھی نماز طویل ہوگئی ہے اور کبھی قصیر (ربما قصر صلواتہ وربما اطال) یہی وہ مقام کبریٰ ہے۔ جو بقول شیخ حدیث المصلی یناجی ربہ اس کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔

وہ اس سرگوشی و مناجات کے متعلق لکھتا ہے کہ ایک عاقل و فہیم سے یہ بات پوشیدہ نہیں ہے کہ رب تعالیٰ سے مناجات اعضاء جسمانیہ سے متعلق نہیں ہو سکتی۔ یہ عقلاً محال ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ بہت دقیق تھا اس لئے اس پر اچھی خاصی فلسفیانہ بحث کر دی ہے بلکہ اس حدیث کا مصداق عرفان نفوس مجردہ ہے۔ جو حوادث زمان و جہات و مکان سے علیحدہ ہو کر حاصل ہوتا ہے اور اس وقت البتہ مشاہدہ عقلیہ جلوہ فگن ہوتا ہے اور باری تعالیٰ جل مجدہ کو بصیرت ربانیہ سے مصلی دیکھتا ہے۔ نہ کہ رویت جسمانیہ سے۔ (فھم یشاھدون الحق مشاھدۃ عقلیۃ ویبصرون الالٰہ ببصیرۃ ربانیۃ لا رویۃ جسمانیۃ) اور یہی وہ صلوٰۃ حقیقی ہے جو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بالواسطہ تجرد بدنیہ و انفکاک آثار حوانیہ و لوازم طبیعہ حاصل ہوئی ہے۔ مناجات میں لذت نادرہ ملی ہے، تو بے ساختہ پکار اٹھے ہیں کہ "ہنوز آرزو دارم کہ یک بار دیگر بینم" اے کاش اس لذت سے پھر دوچار ہوتا۔ جواب میں حکم ہوتا ہے وہ مقام صلوٰۃ و نماز ہے۔ تم وہاں آؤ یہ لذت پھر وہاں پاؤ گے۔

یہی وہ صلوٰۃ حقیقی ہے کہ محققین ہی جس کی لذّت و چاشنی سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں اور یہ اصحاب ظاہری کے حصّہ کی چیز نہیں شیخ لکھتا ہے " وھذہ الصلوٰۃ قد وجبت علی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی لیلۃ قد تجرد من بدنہ و تنزہ من املہ فلم یبق معہ من اثار الحوانیہ شھوۃ ولا من لوازم للطبیعۃ قوۃ فناجی ربہ بنفسہ وعقلہ فقال لہ یا رب وجدت لذۃ غریبۃ فی لیلتی ھذہ فاعطھا ویسّر علی طریقا یوصلنی کل وقت الی اللذتی فامرہ اللہ تعالیٰ بالصّلوٰۃ وقال یا محمد المصلی یناجی ربہ فلا لا اصحاب الظاھر من ھذا حظ ناقص وللمحققین

خطر وافر و نصیب کامل"

حقیقت بھی یہی ہے کہ یہی وہ رفعت عالیہ مقام عظمیٰ ہے جس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ" لذت مئے نہ شناسی بخدا تا نچشی۔ شیخ نے بھی آخر رسالہ میں اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ (للذۃ الجماع لا یتصورہا العنین وللذۃ النظر لا یصدق بہا الاکمہ) نامرد لذت جماع سے یا اندھا لذت بینائی سے کہاں واقف

بیشک یہی وہ مناجات و سرگوشی ہے جہاں اظہار جذبات کے لئے نہ الفاظ کی ضرورت ہے نہ زبان کی۔ نہ جہت کی ضرورت ہے، نہ مکان کی اینما تولوا فثم وجہ اللہ ۵

کس طرح ذکر بیجے اُس لطف خاص کا ۔۔۔ پرسش ہے اور پائے سخن درمیاں نہیں

بڑی خوبصورت و لذیذ تعبیر ہمارے حضرت مخدوم رح (شرف الدین احمد یحییٰ منیری) نے تقریباً اسی ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سہو اور ہمارے سہو سے مقابلہ کرتے ہوئے کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ نماز و صلوٰۃ میں ہم لوگوں کو سہو اس وقت پیدا ہوتا ہے جب ہم اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سہو ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف رفعت حاصل ہونے سے ہوتا ہے۔ دو لفظوں میں کتنا دقیق و ملیذ فلسفہ بیان فرما دیا ہے۔ سبحان اللہ

لاریب یہی حضرات، جو لذت آشنا ہیں، اس طرح فرما بھی سکتے ہیں۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی فرمایا کرتے تھے کہ کل اگر مجھے بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بہشت میں جگہ ملی اور اگر سوال ہوا کہ مزید کوئی خواہش ہو تو اس کا اظہار کرو، تو میں عرض کروں گا کہ مجھے ایک جانماز مل جائے اور سایۂ عرش میں مسلسل نماز پڑھنے کی اجازت دیدیجئے۔ بس یہی کافی ہے۔ اللہ اللہ نہیں معلوم وہ کیسی لذت ہے جس پر نعمائے بہشت بھی قرباں کئے جاسکتے ہیں۔

حضرت رابعہ بصریہ کی نقل بیان کی جاتی ہے کہ ہاتھوں میں آگ لیکر بازار سے گذر رہی تھیں۔ کسی شخص نے سوال کیا، رابعہ یہ کیا ہے؟ فرمایا بہشت کو جلانا مقصود ہے۔ اس لئے کہ اب لوگ بہشت کے شوق میں یا دوزخ کے ڈر سے اس کی عبادت کرنے لگے ہیں۔ اس کی قربت و لذت مقصود نہ رہی۔ ۵

طاعت میں تا رہے نہ مئے و انگبیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو

مجھے اعتراف ہے کہ یہ تبصرہ ناقص ہی نہیں انقص ہے۔ مگر جس طرح شیخ مرحوم نے اسی رسالہ کے آخر میں لکھا ہے وکتبت ہذہ الرسالۃ بعون اللہ ومنہ فی اقصر مدۃ واقل من نصف ساعۃ مع عوائق کثیرۃ وفراغۃ یسیرۃ (الخ) اسی طرح میری طرف سے بھی یہی عرض ہے کہ ہجوم افکار و کثرت مشاغل میں رہ کر بھی بڑی مشکلوں سے یہ اتنا بھی لکھ سکا ہوں جس سے خود میری بھی تسکین نہ ہوسکی۔ انشاء اللہ تعالیٰ یار زندہ صحبت باقی وما توفیقی اللہ باللہ العظیم۔